بسم اللہ الرّحمن الرحیم

سیرتِ نبوی کی ایک جہت

اسلام کو چھپانے کی سماجی روایت

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

ایمان و اسلام کو اپنے اقربا و اعزہ اور سماج سے چھپانے کی روایت خفیہ یا غیر علانیہ دعوت کا ایک زاویہ رہا ہے، اسے سیرت الانبیا اور دعوتِ انبیا کا ایک پہلو بھی کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ بالعموم متعدد انبیائے کرام نے خاموشی سے تبلیغ کی ہے۔ اسے عام طور سے خفیہ دعوت کا دور کہا جاتا رہا ہے، لیکن موجودہ زمانے میں بعض شاطر اذہان اور کج فہموں نے اس میں بھی کجی اور اعتراض کا پہلو تلاش کرلیا ہے اور وہ اسے دعوت نبوی کے شایانِ شان نہیں سمجھتے، اور صرف علانیہ دعوت کے حق میں دلائل دیتے ہیں، جن سے سر دست بحث نہیں۔ قرآن مجید نے بہ ہر حال حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر، صاحب عزم و ثبات پیغمبر کی دعوت کو علانیہ اور خفیہ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) اسے ادوار نہ کہیں، انواع و اقسامِ دعوت یا طریقِ تبلیغ واشاعت کہہ لیں، وہ بہ ہر حال سیرت الانبیا کا ایک حصہ رہا ہے۔ رسول آخر الزمان ﷺ اور سید المرسلین وخاتم النبیین کا اولین دورِ دعوت بھی خفیہ، پوشیدہ یا غیر علانیہ دعوت و تبلیغ کا دور رہا تھا۔ (۲) اس کے اپنے مصالح بھی تھے اور فوائد بھی۔ خاتمِ نبوت ﷺ تمام انبیائے کرام کے طرق دعوت کے جامع بھی تھے اور ان کے تا قیامت تسلسل کے بانی و موجد بھی، کیوں کہ بسا اوقات حالات و مواقع کی نزاکت، داعیوں کی مصلحت اور اسلام قبول کرنے والوں کی ضرورت اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ (۳) ایک اور اولو العزم پیغمبر اسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروانِ مخلص میں ایک صاحبِ ایمان اپنا ایمان چھپاتے تھے۔

قرآن مجید میں ان ہی کی طرف اشارہ ربانی ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ﷺ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِنْ يَكُ

صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ O (۴)

فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص نے کہا، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حال آں کہ، وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے، ان میں سے کچھ تو تم پر بھی آ کر رہے گا۔ بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا، جو حد سے گزرنے والا اور بہت جھوٹا ہو۔

کلامِ الٰہی کے نظم اور آیتِ کریمہ کے در و بست اور رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ کی اپنی قوم کو نصیحت سے متعلق تمام آیاتِ کریمہ نے ان کے کتمان کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفسیری روایات اور تاریخی اخبار سے بھی اس کی تائید بھی ہوتی ہے اور تشریح بھی کہ ایمان کو مخفی رکھنے والے مردِ صالح کا ایمان کامل تھا۔ (۵) آل فرعون کی ایک اور مومنۂ صالحہ خود فرعون وقت کی بیوی تھیں اور تفسیری روایات میں سے بعض کے مطابق وہ بھی اپنے ایمان کو مخفی رکھتی رہیں۔ (۶) دعوتِ انبیا اور اس کے طریقوں کے تسلسل کو خاتم النبیین ﷺ نے بھی جاری رکھا اور اپنے صحابہ و صحابیات کو ان کی مصالح کے تحت ایمان چھپانے پر نکیر ہی نہیں کی، بل کہ اپنی خاموش تائید اور تقریر سے اس کی توثیق و تائید بھی کی۔ (۷) مکی دورِ دعوت کے اولین مرحلے میں کئی صحابہ نے ایمان چھپائے رکھا۔ بعض بعض کے بارے میں روایات کہتی ہیں کہ پورے مکی دور میں ہی نہیں، مدنی دور کے اواخر تک اسے پردۂ خفا میں رکھا، تا آں کہ فتحِ مبین نے ان کو اعلان کا حوصلہ دیا۔

حضرت نُعیمؓ بن عبداللہ عدوی کا اسلامِ مخفی

ابن اسحاق/ ابن ہشام نے حضرت نعیم عدویؓ کو اولین مسلمانوں کی فہرست میں شامل کیا ہے، جو اولین مرحلۂ دعوت میں اسلام لائے تھے۔ امام سیرت ابن اسحاق نے ان کا لقب النحام ذکر کر کے ان کا مختصر نسب و خاندان بتایا ہے، جب کہ ابن ہشام نے پوری تفصیل دی ہے۔ ابن ہشام نے النحام کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **لقد سمعت نحمه فی الجنة** میں ان کی تعریف اور جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ ان کے مطابق نحم کے معنی آواز یا حس کے ہیں۔ بعد کے دوسرے سیرت نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ (۸) ان کے اپنے اسلام کو خفیہ رکھنے کا ذکر

مصادر سیرت نے اسلام حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کے باب میں کیا ہے، جو سب سے زیادہ معروف ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ جب عالمِ جوشِ غضب میں تلوار سونتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادے سے جا رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت نُعیمؓ سے ہوگئی جوان کے ہم قبیلہ اورعزیز تھے اور وہ اپنی قوم کے خوف سے اسلام چھپائے رکھتے تھے:

وكان ايضاً يستخفي باسلامه خرفا من قومه

حضرت نُعیمؓ نے جب اس غیظ وغضب کے عالم میں حضرت عمرؓ کو دیکھا تو ان کو قتل نبوی پر پہلے بنوعبد مناف کے انتقام کا خوف دلایا اور پھر اپنے اہل بیت کے معاملات درست کرنے کا مشورہ دیا، یعنی ان کو ان کی بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کی خبر دی۔

حضرت سعید بن زید عدوی اور فاطمہ بنت خطاب عدوی کا خفیہ اسلام

ابن اسحاق کی اسی روایت میں ان دونوں کے اسلام کو مخفی رکھنے کا ذکر ہے کہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے بہنوئی اور بہن تھے، جو حضرت عمرؓ سے اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، غالباً ان کے قہر وجبر کے خوف سے:

وهما مستخفيان باسلامها من عمر (۹)

بعض دوسرے سابقین کا اسلامی اخفا

امام ابن سعد نے اپنی الطبقات الکبری کی جلد سوم وچہارم میں متعدد سابقین اولین کے قبول اسلام کو مخفی رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمار بن یاسر مذحجی اور صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہما نے پینتیس مردوں کے بعد دارارقم میں نبوی داخلے اور قیام کے بعد اسلام قبول کیا، دن بھر اسے مخفی رکھا اور شاید کچھ اور مدت تک:

فأسلمنا ثم مكثنا يومنا على ذلك حتى امسينا، ثم خرجنا ونحن مستخفون

حضرت سہل بن بیضاءؓ کا اصل نام ونسب تھا: سہل بن وھب بن ربیعہ فہری قریشی اور اپنی ماں کی نسبت سے زیادہ معروف ہیں۔ وہ قدیم مکی دور میں اسلام لائے اور اپنا اسلام چھپائے رہے: اسلم بمكة و كتم اسلامه اور پورے مکی دور میں اس کا اعلان نہیں کیا۔ غزوۂ بدر میں قریش ان کو اپنے لشکر میں لے گئے اور وہ مشرکین کے ساتھ لڑنے پر مجبور کیے گئے۔ حسن اتفاق سے وہ گرفتار ہوکر جنگی قیدی بنے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ان کے بارے میں شہادت دی کہ وہ مسلم ہیں اور ان کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے خود انہوں نے دیکھا ہے، لہٰذا ان کو رہا کر دیا گیا۔ امام ابن سعد نے اس روایت کو غلط بتایا ہے، جو

ان کے برادر سہیل کے بارے میں روایت کی گئی ہے، اور صراحت کی ہے کہ وہ ابن مسعودؓ سے قبل اسلام لائے تھے اور کبھی اسلام کو انہوں نے نہیں چھپایا تھا۔ وہ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اور بدر میں بہ حیثیت مسلمان جنگ کی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ بہ ہر حال حضرت سہل فہری نے بعد میں مدینے میں سکونت اختیار کر لی اور باقی عہد نبوی میں مشاہد وغزوات میں شریک ہوتے رہے۔

حضرت الحجاج بن علاط سلمیؓ مال دار شخص تھے اور لوگوں کو قرض دیا کرتے تھے۔ ان کا بہت سا مال تجارت مکے میں بکھرا ہوا تھا اور کافی دولت ان کی اہلیہ حضرت ام شیبہ بنت ابی طلحہ کے پاس ان کے مکی گھر میر محفوظ تھی۔ وہ اسلام لا چکے تھے، جس کی خبر عام نہ تھی۔ غزوۂ خیبر کے بعد ان کو فکر ہوئی کہ وہ مکے سے اپنا سامان لے آئیں، لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''کچھ'' بات بنانے کی اجازت حاصل کر لی۔ کیوں کہ ان کو خوف تھا کہ دوسرے تاجر اگر مکے ان سے پہلے پہنچ گئے تو ساری خبریں عام کر دیں گے اور ان کا اسلام بھی ظاہر کر دیں گے۔ وہ مکہ آئے اور ان کی آمد کی خبر سن کر اکابرِ مکہ اور تاجرانِ قریش ان کے پاس آئے اور ان سے غزوۂ خیبر کے انجام کے بارے میں پوچھا کہ وہ آپ کی روانگی کی خبر سن چکے تھے، لہٰذا انہوں نے ان کا دل جیتنے کے لیے اسلامی ہزیمت کی کہانی سنا دی اور اس کے بدلے میں اپنے قرض داروں سے اپنے مال کی واپسی پکی کر لی۔ ان کا مال مل گیا اور وہ جانے کے لیے تیار ہو گئے، تو حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمیؓ ان کے پاس آئے، جب انہوں نے حضرت عباسؓ سے تنہائی میں ملاقات کی تو ان کو سچی بات بتا دی کہ اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی ہے، اور ان سے درخواست کی کہ صرف تین دن اس خبر کو چھپائے رکھیں، ورنہ ان کا تعاقب کیا جائے گا۔ ان کو اپنے اسلام لانے کے بارے میں بھی بتا دیا۔ ابن اسحاق کی خبر و روایت میں یہ واقعہ مفصل آیا ہے، جب کہ ابن سعد میں اس کا اولین حصہ ناقص ہے۔

حضرت نُعیم بن مسعود اشجعیؓ نے غزوۂ احزاب کے دوران اسلام قبول کر لیا اور اپنے یہودی حلیفوں ''بنو قریظہ'' سے اسے چھپائے رکھا۔ غزوے کے دوران جب یہودیوں نے عقب سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو حضرت نعیم اشجعیؓ ہی نے اس کو ناکام بنایا۔ قریش بھی ان کے اسلام سے ناواقف تھے۔ ایسے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی اور ان کے اسلام چھپانے کے واقعات اور ان کے اسباب و وجوہ کو مزید تحقیق سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ (۱۰)

اظہار اسلام کے بعد اخفا

متعدد نوجوانانِ قریش نے اپنے اکابرِ خاندان، خاص کر والدین کے غیظ وغضب اور ظلم وستم سے

بچنے کی خاطر تو یہ کرلیا کہ وہ پرانے دین کی طرف لوٹ گئے ہیں اور دل سے وہ پکے مومن و مسلم رہے۔ فتنہ و آزمائش کے اس دور میں اخفائے اسلام کی یہ سماجی روایت بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی عجز و قصور اور بشری کم زوریوں کے سبب اظہارِ کفر اور اخفائے ایمان کی اجازت بھی دے دی ہے، بہ شرطے کہ دل میں کفر نہ بس جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (۱۱)

جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے، سوائے اس کے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بل کہ وہ جو دل کھول کر کفر کرے تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اسے کفر میں شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ قابل مواخذہ ہے۔ تفاسیر میں اس پر مفصل روایات ہیں۔ تفسیر ابن کثیر کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ پر جب کفار مکہ نے سخت مظالم کیے تو زبان سے انہوں نے کفر کا اقرار کرلیا، لیکن دل میں مومن رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے اسی حکمت کو اپنانے کا مشورہ دیا: ان عادوا فعد۔ بقیہ روایات میں عزیمت تیار کر کے ایمان پر جان دے دینے کی روایات و شواہد ہیں۔ عزیمت کا معاملہ تو آیت مذکورہ بالا سے بھی واضح ہے، یہاں تو ذکر رخصت و بے چارگی کا ہے۔ (۱۲)

حضرت عبداللہ بن سہیل عامریؓ

امام ابن سعدؒ نے اسی رخصت کا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو عامریؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ آغازِ کارِ دعوت میں اسلام لائے، مظالم اکابر و اعزہ سے بچنے کے لیے، ہجرت حبشہ میں چلے گئے۔ مکے واپس آئے تو ان کے باپ نے ان کو پکڑ کر قید کر دیا اور ان کے دین کے باب میں ان کو آزمائش میں ڈال دیا۔ ان کے باپ کو گمان کیا، یقین ہوگیا کہ وہ ان کے دین کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ غزوۂ بدر میں وہ مشرکین مکہ کے لشکر کے ساتھ گئے اور موقع ملتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور غزوۂ بدر میں بہ طور مسلم شرکت کی سعادت حاصل کی، تب ان کی عمر ستائیس سال کی تھی۔ (۱۳)

قریش کے دوسرے اسلام چھپانے والے

حضرت ابن عباسؓ کی ایک عام روایت ہے کہ مکے میں ہم بنو ہاشم میں کچھ لوگ تھے، جو اسلام لا

چکے تھے، لیکن اپنا اسلام چھپاتے تھے اور اس کا اظہار کرتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں ان پر ابولہب اور دوسرے قریشی اکابر نہ ٹوٹ پڑیں اور ان کو قید و بند کی سزا دیں، جیسے بنومخزوم نے حضرات سلمہ بن ہشام، عباس بن ابی ربیعہ مخزومی وغیرہ کو مبتلائے عذاب کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں سے کہا تھا کہ تم میں سے جس کسی کا سامنا عباس، طالب، عقیل، نوفل اور ابو سفیان سے ہو تو ان کو قتل نہ کرے، کیوں کہ وہ بہ جبر و اکراہ لائے گئے ہیں۔

قد كان من كان منا بمكة من بني هاشم قد اسلموا فكانوا يكتمون اسلامهم و يخافون يظهرون ذلك فرقاً من ان يثب عليهم ابولهب و قريش فيوثقوا كما اوثقت بنو مخزوم سلمه بن هشام الخ

اس پر بحث آگے آتی ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کے بارے میں امام ابن اسحاق کی روایت ان کی سند سے بیان کی ہے، جو مولائے رسول ﷺ حضرت ابورافعؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت عباسؓ کا غلام تھا اور ہم اہل بیت میں اسلام داخل ہو چکا تھا اور عباس، ان کی اہلیہ ام الفضل اور میں خود اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عباسؓ اپنی قوم سے خوف زدہ تھے اور ان کے خلاف کچھ کرنے سے ڈرتے تھے، لہٰذا اپنا اسلام چھپاتے تھے: **فكان يكتم اسلامه**۔ وہ مالدار شخص تھے اور ان کا مال ان کی قوم میں پھنسا ہوا تھا، اسی حالت میں وہ غزوۂ بدر کے موقع پر اپنی قوم کے ساتھ گئے۔

اس مضمون کی دوسری روایات میں، جن میں بنو ہاشم اور دوسرے قریشی خاندان کے بالجبر غزوۂ بدر میں لے جائے جانے کا واضح بیان ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت بنیادی طور سے ان کے قتل سے منع کرنے کی یہ تھی کہ وہ لوگ زبردستی اور اپنی مرضی کے خلاف جنگ میں جھونکے گئے ہیں۔ ان کے خفیہ اسلام قبول کرنے کا معاملہ نہ تھا، کیوں کہ تمام مذکورہ بالا ہاشمی بزرگوں کے بارے میں روایات سیرت و تاریخ اور احادیث نبوی اور حقائق تاریخ اور شواہد موقع ثابت کرتے ہیں کہ وہ سب غزوۂ بدر تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کے بارے میں نرم گوشہ جانب دار سیرت نگاروں کے دلوں میں موجود ہے، لہٰذا وہ ان کے اسلام چھپانے کے عذر کو واقعی مان کر تسلیم کرتے اور بیان بھی کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کا قبولِ اسلام بہت بعد کا واقعہ ہے اور اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، جو ان شاء اللہ جلد ہی پیش کی جائے گی۔

اول الذکر روایت ابن عباسؓ کا پہلا بیان بہ ہر کیف صحیح ہے کہ کچھ لوگ خوف و ابتلا کے سبب اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ (۱۴)

اسلامِ حضرت نجاشی کا اخفا

روایاتِ سیرت اور احادیثِ نبوت کی تعلیق اور ان کے تنقیدی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نجاشی شاہ حبشہؓ اپنے دربار میں مکی مہاجرین کے دو نمائندوں حضرات عثمان بن عفان اموی اور جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی تقریروں سے کافی متاثر ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلم موقف کی تائید کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت سورۂ مریم کی آیاتِ کریمہ سن کران کی حرف بہ حرف صداقت بھی تسلیم کی تھی اور اس کے بعد انہوں نے اسلام کی سچائی اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت مان لی۔ قدیم مصادر کا اس پر اجماع ہے۔ منطقی طور سے اور واقعاتی شہادت سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت نجاشی اصحم بن ابجرؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اس کا صریح اظہار نہیں کیا۔ تصدیقِ اسلام و رسالتِ محمدی پر ان کے مذہبی رہنماؤں اور عالموں (بطارقہ) نے شور و غوغا مچایا تو وہ اعلان سے گریز کر گئے۔

بہ ہر حال ان کا اسلام ایک کھلا ہوا راز تھا اور اسی وجہ سے ان کے خلاف بغاوت ہوئی، جس کی قیادت ان کے مخالف و معاند حبشی قائدین کر رہے تھے، بہ ہر حال بغاوت کو کچلنے کی مہم سے قبل حضرت نجاشیؓ نے مہاجرین حبشہ کو بلا کر بتایا کہ ہم نے تمہارے لیے کشتیوں کا انتظام کر دیا ہے، اس میں سوار ہو کر تیار رہو، اگر میں شکست کھا گیا تو جہاں مناسب سمجھنا، چلے جانا اور اگر میں کام یاب و فاتح لوٹا تو پھر سکونت اختیار کر لینا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک کتاب لکھی، جس میں کلمۂ شہادت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں اسلامی موقف کی تصدیق کی اور اس کو اپنے داہنے شانے پر قبا میں باندھ لیا۔ میدان جنگ میں صف آرا ہونے کے بعد حضرت نجاشیؓ نے مخالفین سے بغاوت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمارا دین ترک کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محض ایک بندہ سمجھتے ہیں۔ مخالفین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ تم کیا کہتے ہو، انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت نجاشی نے اپنا دست مبارک سینے پر رکھا اور فرمایا کہ وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھے اور اس سے ان کی مراد ان کی کتاب تھی، جو قبا میں چھپی ہوئی تھی۔ باغی خوش ہو گئے اور لوٹ گئے اور اس طرح بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملے کی پوری خبر پہنچی، جب حضرت نجاشیؓ نے وفات پائی تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور مغفرت کی دعا کی۔ اسلام النجاشیؓ کے عنوان سے قبل امام ابن اسحاق نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ جب حضرت نجاشیؓ کی وفات ہو گئی تو برابر بیان کیا جاتا تھا کہ ان کی قبر پر ایک نور ہر آن دیکھا جاتا ہے۔ انہ لا یزال یُریٰ

علی قبرہ نور۔ امام البانی نے اپنی صحیح السیرۃ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے، یعنی وہ روایتی طور سے صحیح حدیث ہے۔ حضرت نجاشیؓ کے اخفائے اسلام کے طریقے میں توریے کا انداز ملتا ہے اور متعدد دوسری روایات واحادیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اسلام عمرو بن العاصؓ کا اخفا

امامانِ سیرت وتاریخ ابن اسحاق اور واقدی نے اصلاً اور ان کے جانشینوں اور خوشہ چینوں نے نقلاً صحابیٔ جلیل کے قبول اسلام کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے، جس پر بحث کسی دوسرے مضمون میں کی جا چکی ہے۔ اس کے بنیادی نکات ایک تلخیص کی صورت میں ذیل میں پیش ہیں۔ غزوہ احزاب/ خندق سے واپسی پر حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کو قریشی افواج وقائدین کی ناکامی اور اپنی فوجی کوششوں کی ذاتی تلخی نے یہ احساس دلا دیا تھا کہ جلد ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غالب آجائیں گے اور مکہ فتح کرلیں گے، لہٰذا انہوں نے اپنے گوشۂ عزلت میں کافی غور وفکر اور تدبر کے بعد ایک منصوبہ بنایا اور اپنی قوم قریش/ بنو سہم کے سامنے پیش کیا، جو ان کی حکمت ودانش اور عقل وفراست اور سوجھ بوجھ کے قائل تھے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ وہ اپنی قوم کے متفق لوگوں کے ساتھ حبشہ چلے جائیں، جہاں وہ محفوظ رہیں گے اور ہر دو صورتوں میں ان کا تحفظ باقی رہے گا، قومی اجازت وتصدیق سے وہ ایک وفد لے کر شاہ حبشہ کے پاس پہنچے، تاکہ اگلے معاملات طے کیے جا سکیں اور اسی دربار میں سفیر نبوی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرامین لے کر پہنچے، تاکہ وہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیں اور مہاجرین حبشہ کے بقیہ نفیہ کو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ مدینے واپس بھیج دیں۔ یہ صفر ۷ ہجری/ ۶۲۹ء کا واقعہ ہے۔ سفیر نبوی کو پہچان کر حضرت عمرو سہمی نے شاہ نجاشی سے ان کے قتل کرنے کی التجا دربار خاص/ خلوت میں کی، تاکہ قریش کے زخموں کا کچھ مداوا ہو جائے۔ حضرت نجاشیؓ نے ان کی ناک پر گھونسا مار کر ان کو سخت زخمی کیا اور اس سے ان کو شدید ذلت کا احساس ہوا اور بہت ندامت بھی ہوئی، شاہ حبشہ کے اس اظہار پر کہ اس شخص کے سفیر کو تمہارے حوالے کردوں، جو اللہ کا سچا رسول ہے اور جس کے پاس وہی ناموس اکبر آتا ہے، جو اس سے پہلے حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر وحی لایا کرتا تھا، حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کو یقین ہو گیا کہ شاہ نجاشی اسلام لا چکے ہیں۔ انہوں نے رسالت محمدی کی حقانیت کی مزید تصدیق چاہی اور جیسے ہی وہ مل گئی، حضرت موصوف کے دل میں اسلام کی محبت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت سما گئی اور انہوں نے شاہ حبشیؓ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے بیعت

کر لی۔ شاہ حبشہ نے ان کو صاف ستھرا کر کے خلعت شاہی سے نوازا۔ دربار خلوت سے حضرت عمروؓ جب باہر آئے تو ان کے رفقائے وفد ان کا انتظار کر رہے تھے کہ کیا گل معاملہ سامنے آتا ہے، حضرت موصوف کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بہانہ کیا کہ اولین ملاقات میں ایسا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے، پھر دوسری ملاقات میں کروں گا اور ان سے اپنا اسلام چھپایا اور ضروری کام کا عذر کر کے ان سے جدا ہو کر سیدھا بندرگاہ پہنچا اور مختلف مراحل کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینے حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ دربار نجاشی میں اسلام قبول کر کے اسے مخفی رکھنے کی بہت سی مصالح تھیں، جن کا ذکر خلاصہ بحث میں آتا ہے۔ (۱۵)

خلاصۂ بحث

پورے تیئس برسوں کو محیط اور دو بنیادی ادوار میں منقسم عہد نبوی میں اسلام قبول کرنے کے بعد اس کو مخفی رکھنے کی سماجی روایت ملتی ہے۔ اس میں نومسلموں کے ذاتی اور شخصی اسباب اور مصالح بھی تھے اور احوال وظروف کے تقاضوں کی کارفرمائی بھی، ملی، قومی اور دینی مذہبی وجوہ بھی تھیں۔

اسباب ومحرکات کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے تو متعدد اور گوناگوں حقائق سامنے آتے ہیں:

اولین مکی دورِ دعوت وقبول کا خفیہ، سری، خاموش، غیر علانیہ انداز بتاتا ہے کہ نومسلم افراد کا اپنا ایمان چھپانا اس دور کا ایک تقاضا تھا۔ بہ نفس نفیس رسالت مآب ﷺ اپنی دعوت بلا عنوان وبلا اظہار دیتے تھے اور مذہبی فرائض خاص کر رکن اعظم نماز کی ادائیگی اپنی قوم کے لوگوں سے چھپا کے کرتے تھے۔ روایات کا تواتر سے اصرار ہے کہ آپ ﷺ سراً (خاموشی) دعوت دیتے تھے اور آپ کے صحابۂ کرام بھی۔ (۱۶) اسی طرح نمازوں کا استخفا بھی تھا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ساتھ مختلف مکی وادیوں میں چلے جاتے اور وہاں نماز باجماعت پڑھایا کرتے تھے اور اسی طرح صحابہ کرام اپنی اپنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں وادیوں کا رخ کرتے اور وہاں نمازیں ادا کرتے، تاکہ ان کی قوم قریش اور بالخصوص اعزہ کو ان کے دین کا پتا نہ چلے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ اور صحابہ کرام بھی نمازوں کی ادائیگی کے وقت کسی ایک شخص کو نگران بنا دیتے کہ قوم کو آتے دیکھے تو انہیں باخبر کر دے۔ خفیہ دور مکی کے اولین ایام میں یہ احتیاط وحزم ملی ضرورت تھی اور دینی ضرورت بھی، تاکہ اظہار واعلان دین کے ردعمل میں مخالفت سے بچا جا سکے۔ دعوت وتبلیغ اور نماز اور اسلام کا خفیہ وپوشیدہ رکھنا، اس دور خفیہ کا ملی، سماجی اور دینی تقاضا تھا، جس نے نومسلموں کو اپنا ایمان واسلام چھپائے رکھنے پر مجبور کیا۔

افراد و طبقات کی دون ہمتی سے زیادہ ان کی سماجی مجبوری تھی، جس نے ان کو اپنا اسلام چھپانے پر آمادہ کیا۔ سماج، اعزہ و اقارب خاص کر والدین اور اہل و عیال اور اہل خانہ کے دین و مذہب سے اختلاف ایک جرأت رندانہ ہی تھی۔ خاندان اور قوم کے اکابر کا احترام و مقام اور اس کا شعوری اور غیر شعوری جبر انسانی نفسیات و فطرت میں ہوتا ہے۔ اول تو اس جبرِ معاشرہ سے نکلنا اور اس کے خلاف جانا محال ہوتا ہے اور کوئی ہمت بھی کر لے تو اس کا اظہار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ متعدد صحابہ کرام و صحابیات نے اس دور خفیہ میں ہی نہیں، بعد کے ادوار مکی و مدنی میں اپنے اظہار اسلام کی جسارت مدتوں نہیں کی۔ ان میں ایسے صاحبانِ عزیمت بھی تھے، جو اول روز سے اپنے اسلام و ایمان کا اعلان ذاتی طور سے کر چکے تھے، مگر قوم سے اسے راز ہی رکھا، جب تک علانیہ دور دعوت و تبلیغ کا آغاز نہیں ہو گیا۔ اس کے باوجود بلاذری کی ایک روایت کے مطابق متعدد اکابر صحابہ دعوت دین کا کام خفیہ خفیہ (سراً) ہی انجام دیتے تھے، کیوں کہ وہ اسی میں مصلحت و افادیت اور تاثیر زائد سمجھتے تھے۔ اس میں ان کے مزاج کی سادگی کو بھی دخل تھا، جو اعلان و اظہار کا شور و غوغا پسند نہیں کرتی اور خاموشی کی تاثیر سمجھتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے مزاج کی شعلگی اور صلابت ان کو علانیہ دعوت کا کام کرنے پر ابھارتی تھی، جیسے وہ قبل اسلام تند خوئی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے زیادہ ان کے رب حکیم و علیم نے ان مختلف طریقوں کو پسند فرمایا۔ (۱۷)

اعلان و اظہار ایمان اور دعوت و تبلیغ پر قریش اکابر اور خاندانی سادات کا شدید ردعمل ہونے کا خدشہ صحیح تھا۔ انہوں نے نئے دین کو اپنے آبائی قدیم دین کا مخالف جان کر اس کے خلاف محاذ بنا لیا اور نو مسلموں کو ہدف استہزا و ملامت بنایا اور جب اس سے کام نہ چلا تو ان کے معاندین نے اسلام و پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شدید مخالفت کی اور مسلمانوں کو تختہ مظالم بنایا۔ اشرافِ قریش کے اصحاب اور خاص کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندانی سادات اور قوم کی حمایت کے سبب کسی حد تک محفوظ و مامون رہے، لیکن کم زور مسلمانوں کو عذاب و ابتلا کی چکی میں پیس دیا گیا۔ ان میں سے متعدد، بل کہ اکثر عزم و ثبات کے کوہ گراں ثابت ہوئے، مگر کچھ پھسل گئے۔ (۱۸)

حضرت عمار بن یاسر مذحجیؓ جیسا اولوالعزم صحابی سخت مظالم کی تاب نہ لا سکا تو اسی عالم میں کا فروں کا کہا مان گیا اور اپنے اسلام سے انکار اور ان کے دین کے اقرار کا توریہ کر لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طرز عمل کی تائید ہی نہیں کی، بل کہ اسی کو جاری رکھنے کی ترغیب دی اور سب سے بڑھ کر قرآن مجید کی آیتِ کریمہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جبر و اکراہ کے سبب زبانی اعلانِ کفر اور دل میں محبتِ

اسلام کی رعایت تک دے دی۔ مفسرین و مفکرینِ اسلام نے عزیمت و رخصت کا فرق بیان کیا ہے اور عزیمت اختیار کر کے جان تک دے دینے کو افضل جانا ہے، مگر قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ نے اسی رخصت کو عزیمت بتایا ہے۔ (۱۹)

صرف ابتلا و آزمائش سے بچنے کی خاطر اکابر ظلم و ستم کو یقین دلانے کا سبب اور پہلو حضرت سہل بن بیضا فہریؓ کا ہے، اور اسی قسم کا دینی اخفا حضرت عبداللہ بن سہیل عامریؓ نے کیا تھا۔ دونوں نے اپنے طرز عمل سے ثابت کیا کہ وہ پرانے دین کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ اور اپنے ستم گر بزرگوں کو اس کا یقین دلا دیا اور غزوۂ بدر کے موقع پر مشرک فوج کے ساتھ گئے اور موقع پاتے ہی اسلامی لشکر سے جا ملے۔ یہ دل میں ایمان و اسلام کی جوت جگائے رکھنے اور زبان و عمل پر تالا لگائے رکھنے کی مصلحت آمیز حکمت عملی تھی، اور فرائض دینی، خاص کر نماز کی ادائیگی کے لیے پرانا طریقۂ اخفا اختیار کر لیا تھا۔ اہل ایمان اور ان کے سردار ﷺ اس سے واقف بھی تھے۔ (۲۰)

دین و ایمان کے ساتھ جان و مال کا تحفظ بھی اسلامی شریعت کا ایک مقصود ہے اور مقاصد شریعت میں اہم ترین۔ حضرت حجاج بن علاط سلمیؓ کا واقعہ اور اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت و تائید بتاتی ہے کہ اسلام و دین کا اخفا ہی نہیں، بل کہ واقعات و احوال کی تعبیر مخالفوں کی پسند سے کی جا سکتی ہے اور تعریض و توریے کے طریقے کے علاوہ راست طریقہ اپنایا جا سکتا ہے۔

حضرت نجاشیؓ کا اخفائے دین اور ضرورت پڑنے پر طریق تعریض کا مصلحت آمیز طریقہ بھی زیادہ مفید سمجھا گیا۔ ان کے اسلام کے اظہار سے حبشہ کی حکومت کے زوال کا خطرہ ہی نہیں، بل کہ یقین تھا۔ وہ بہ طور خفیہ و مستور مسلم زیادہ مفید و موثر تھے۔ نہ صرف مہاجرینِ اسلامی کا تحفظ کر سکتے تھے، بل کہ اسلام و اشاعتِ دین کا ایک زیادہ وسیع اور گہرا کام بھی انجام دے سکے تھے، ان کے طرزِ عمل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے سکوت و تقریر ہی سے نہیں، بل کہ واضح و صریح ارشادات و اقدامات سے صحیح قرار دیا۔ عزیمت و رخصت کی نظری باتیں اور بحثیں کرنے والے علما و مفکرینِ صالح عمل و ایمان کے اخفا کی کارگزاری کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و فراست اور مقاصدِ دین و شریعت کی ضرورت ہی سمجھ سکتی ہے۔

مصلحت وقت کا تقاضا حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کے دست نجاشیؓ پر قبول اسلام اور اس کے اپنے اصحاب سے اخفا کی مثال میں نظر آتا ہے۔ ان کا بروقت اعلان و اظہار مہاجرین حبشہ، شاہ نجاشی اور ان کی حبشی امت کے لیے خطرناک ہوتا اور شاید خود ان کی ذات کے لیے بھی نقصان دہ بنتا۔ ان کا راستہ روکا

جاتا یا مخالفت کی جاتی۔ وہی اخفا تو ان کو بارگاہِ نبوت میں لے گیا۔

بلاشبہ ظاہر بیں نگاہوں اور جوش وولولے کے دیوانوں کے لیے اسلام قبول کرتے ہی اس کا اعلان ضروری ہوتا ہے، لیکن دعوت وتعلیم اور تربیت وتہذیب کا نازک ودقت طلب کام کرنے والے دروں بیں و حکیم افراد وقائدین اخفا کے مصالح سمجھتے ہیں، اعلان واظہار سے بسا اوقات نومسلم افراد وطبقات اور امت کو جتنا سماجی اور دینی نقصان پہنچتا ہے، اس سے زیادہ مجموعی ملت کو ہوتا ہے۔ ردّ عمل کی شدت دراصل عمل کی بے باک اور بے ہنگم صورت میں ابھرتی ہے اور اس کا تجربہ حکیم وفہیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور صحابہ کرام کو بھی۔ اقلیت میں بسنے والے اسلامی معاشروں اور ان کے دعاۃ ومبلغین کو اس کا تجربہ روز ہوتا ہے کہ بسا اوقات خلافتِ مصلحت اظہار اور جوشیلا اعلان جذباتِ مسلم کو تسکین کے ساتھ غرور وافتخار بے جا کا موقع دیتا ہے، لہٰذا کلام سے زیادہ سکونت اور اظہار سے زیادہ اخفا اچھا بن جاتا ہے۔

غلاموں کا اخفائے اسلام

کم زور طبقات میں موالی (آزاد کردہ غلاموں) اور حلیفوں کے اسلام چھپانے کا معاملہ ان کی سماجی عدم تحفظ کی جبلت اور اس سے زیادہ ان کے سرپرست خاندانوں اور خاندانی آقاؤں کے عدم تحفظ، بل کہ ظالمانہ رویے کی وجہ سے زیادہ اہم تھا۔ سب سے زیادہ دقت وتکلیف کی بات یہ تھی کہ خود ان کے سرپرست محافظ اور ان کی حفاظت کے ضامن ان کے جان کے گاہک بن جاتے، جیسا کہ حضرات بلال حبشی، خاندان یاسر مذحجی اور دوسرے متعدد ضعفائے مسلمین کا معاملہ تھا، اور ان میں خاص کر خواتین زیادہ مظلوم تھیں۔ ان سے بھی زیادہ عدم تحفظ کے احساس والے وہ غلام تھے، جو غلامی کے بندھن میں جکڑے ہونے کے علاوہ غیر عرب یا عجمی طبقات کے تھے۔

ان میں سے ایک حضرت جبیر یہودیؓ تھے۔ انہوں نے ہجرت سے قبل بہ روایتِ حضرت جابر بن عبداللہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ یوسف کی تلاوت وقرأت سنی تو اس کے مضامین سے متاثر ہوئے اور طمانیت قلب پا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ وہ بنو عبدالدار کے خاندان کے غلام تھے اور وہ اپنے اہل سے اپنا اسلام چھپاتے تھے:

وکان العبد یکتم اسلامه من اهله

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری قریشیؓ جب مرتد ہو کر مکے لوٹے تو اس غلام یہودی کے اسلام کے بارے میں ان کے خاندان والوں کو آگاہ کر دیا اور وہ ان پر شدید ترین مظالم ڈھانے لگے۔ بہ

ہر حال جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور حضرت عبداللہ بن سعد عامریؓ کی سخت شکایت کی اور ان کے سبب ملنے والی اذیتوں سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے مالکوں کو ان کی قیمت دے کر آزاد کرالیا اور آزاد کر کے ان کو مال عطا کیا اور ایک خاندانی عورت سے ان کا بیاہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن سعد عامریؓ نے فتح مکہ کے بعد توبہ کر کے اسلام قبول کرلیا اور بہ قول علما ان کا اسلام خالص وحسین بن گیا۔ (۲۱)

تعلیقات وحواشی

۱۔ نوح: ۵، ۹، میں بالخصوص آخری دو آیات کریمہ: ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًاO ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًاO

۲۔ ابن اسحاق/ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ حمدی طباعت مکتبۃ المورد، قاہرہ، ۲۰۰۶ء: ج ۱، ص ۱۶۷ و مابعد جدید سیرت نگاروں میں قریب قریب تمام کے تمام نے اول مرحلۂ دعوت نبوی کو خفیہ تبلیغ کا دور کہا ہے، جو غیر علانیہ کا مترادف ہے۔ شبلی۔ سیرۃ النبی۔ اعظم گڑھ، ۱۹۸۳ء فہرست مضامین میں: ۳ پر جامع سلیمان ندوی نے لکھا ہے: تین سال تک کا اخفا۔ ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتاب، دیوبند، غیر مورخہ: ج ۲، ص ۱۷۲۔ تین سال تک آں حضرت ﷺ مخفی طور سے اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اسی طرح مودودی، داناپوری، مبارک پوری اور متعدد دوسرے سیرت نگاروں نے اسے خفیہ دور تبلیغ ہی کہا ہے۔

۳۔ خاموش، خفیہ، غیر علانیہ تبلیغ کے فائدوں اور حکمتوں پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتابِ خاک سار: تاریخ تہذیب اسلامی۔ قاضی پبلشرز، دہلی ۱۹۹۴ء

۴۔ سورۂ غافر کی آیات کریمہ: ۲۸۔۴۵ اور ان کی تفسیر جیسے تفسیر ابن کثیر میں ہے: **رواہ ابن ابی حاتم و قد کان ھذا الرجل یکتم ایمانہ عن قومہ القبط فلم یظھر الا ھذا الیوم حین قال فرعون: ذرونی اقتل موسیٰ**

ہندی، پاکستانی مصاحف میں بالعموم اس سورہ کا نام ''المؤمن'' بیان کیا جاتا ہے، جو اسی ''رجل مؤمن'' کے ثبات وصبر اور عزم وحوصلے اور نصیحت وخیر خواہی کے اعتراف وتحسین میں ہے۔ ماہرین علوم قرآن نے اس وجہ تسمیہ کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

غافر کی وجہ تسمیہ سورۂ مذکورہ کی تیسری آیت کریمہ میں وارد صفت ربانی غافر الذنب الخ ہے، جسے بعض نے ترجیح دی ہے۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اسے سورۂ غافر ہی کہا گیا ہے۔

۶۔ سورۂ قصص: ۹۔ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّیْ وَلَكَ الخ۔ سورۂ تحریم: ۱۱، وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ الخ۔ تفسیر ابن کثیر میں حافظ موصوف نے سورۂ قصص کی آیت پر مختصر اور سورۂ

طہ میں مفصل بحث کی ہے۔

۷۔ مکی دور میں یا مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ نے کسی صحابی یا نومسلم کو اپنا ایمان چھپانے پر نقد کیا اور نہ اعتراض، بل کہ مصلحت کے تحت ان کو چھپائے رکھنے کی ہدایت بھی کی۔ مثلاً حضرت عمار بن یاسر مذحجیؓ کو کی تھی، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

سفر طائف ۱۰ نبوی/ ۶۱۹ء میں ثقیف کی ایک خاتون نے اسلام قبول کرلیا، مگر اسے مخفی رکھا اور آپ نے اس کو اجازت دی، قومی تعصب سے بچانے کے لیے یہ ہدایت بھی کی کہ نماز پڑھتے وقت سمت قبلہ میں اپنی دیوی کا بت بھی رکھ لیا کرو، مگر سجدہ صرف اللہ کو کرنا۔

۸۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۶۔ جسے محقق و مرتب حمدی نے ''حدیث معضل'' قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود متعدد اہل سیر نے اسے ''صحیح'' سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔ ابن سعد، مندرجہ ذیل میں بھی ہے:

ابن سعد: ج ۴، ص ۳۸۷: نعیم النجام بن عبد اللّٰہ بن اسید: و کان یکتم اسلامہ

۹۔ مذکورہ بالا، ابن سعد مذکورہ ذیل: ج ۳، ص ۱۴۲۔ و مابعد نے حضرت انس بن مالک خزرجیؓ کی سند سے اسلام حضرت عمرؓ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں بنو زہرہ کے ایک شخص کا ذکر ہے، جنہوں نے ان کے بہنوئی اور بہن کے قبولِ اسلام کا انکشاف کیا تھا۔ اس ''زہری مخبر'' کا نام نہیں لیا۔

۱۰۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: ج ۳، ص ۱۹۹۶ء: ج ۳، ص ۱۳۲، ج ۴، ص ۲۲۶، ج ۴، ص ۴۵۵، ج ۴، ص ۴۵۸ و مابعد۔ ابن اسحاق: ج ۳، ص ۲۲۰، ۲۲۱۔ اسلام حضرت حجاج بن علاط سلمی اور نیز: ج ۳، ص ۳۷ او مابعد حضرت نعیم بن مسعود اشجعیؓ

۱۱۔ النحل: ۱۰۶

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر، سورۂ نحل: ۱۰۶

۱۲۔ ابن سعد: ج ۳، ص ۲۱۶، حضرت عبداللہ بن سہیل عامریؓ جنگ یمامہ سنہ ۱۲/ ۶۳۳ء میں ۳۸ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ تب ان کے مشرک و ظالم والد اسلام لا چکے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی خلافت کے زمانے میں حج کرنے کے لیے مکے گئے تو حضرت سہیل عامریؓ سے ان کی فرزند شہید کی تعزیت کی۔ حضرت سہیلؓ نے کیا خوب جواب تعزیت دیا: مجھے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث پہنچی ہے کہ شہید اپنے اہل خاندان کے ستر لوگوں کی شفاعت کرے گا، میں امید کرتا ہوں کہ میرا فرزند مجھ سے قبل کسی اور سے آغاز نہ کرے گا: یشفع الشھید بسبعین من أھلہ، فانا أرجوا لا یبدأ ابنی بأحد من قبلی۔

۱۳۔ ابن سعد: ج ۴، ص ۳۲۳، ۳۲۴، ذکر حضرت عباس بن عبد المطلب ہاشمیؓ، نیز: ج ۴، ص ۳۵۵ و مابعد: ذکر ابو رافعؓ مولیٰ نبوی۔ بنو ہاشم کے اکابر کے قبول اسلام کے زمانے کے لیے ملاحظہ ہو: ابن سعد: ج ۳، ص ۳۴۰، ۳۴۸ و مابعد، عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث، عبداللہ بن حارث بن عبد المطلب، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب وغیرہ، نیز زبیری، نسب قریش، مرتبہ لیفی بروفنال، قاہرہ ۱۹۵۳ء: بنو ہاشم کے خاندان کا ذکر اور

دوسرے مصادر۔

۱۴۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج۱،ص۲۱۷۔ابن کثیر: ج۳،ص۷۷۔ نیز ماقبل: ج۳،ص۷۰۔ بخاری۔ فتح الباری: ج۷،ص۲۴۰، ۲۴۱۔ نیز صحیحین کی کتاب الجنائز، مفصل بحث کے لیے مکی اسوۂ نبوی: ص۱۲۸، ۱۳۱، بہ حوالہ ابن ہشام۔ سہیلی: ج۳،ص۲۴۸، ۲۵۲ وغیرہ۔ مہاجرین حبشہ کی قیادت کرنے کے لیے مکی اسوۂ نبوی کے علاوہ ملاحظہ ہو: ظہور احمد اظہر۔ شاہ حبشہ خدمت نبوی۔ لاہور، ۲۰۱۳ء: ص۱۱۲، ۱۱۳ اومابعد

۱۵۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج۳،ص۱۷۱ اومابعد، واقدی، ص۵۰۴ ومابعد، ظہور احمد اظہر، مذکورہ بالا: ص۱۶۲، ۱۶۳ اومابعد نے سیر اعلام النبلا: ج۱،ص۳۵۸ اور البدایہ: ج۳،ص۷۱۔۹ کی روایاتِ ثانوی کی بنیاد پر یہ واقعہ لکھا ہے اور اصل مآخذ سے اعراض کیا ہے۔ غالباً ان کو ان مصادر میں ان روایات کا پتا ہی نہیں ہے۔

۱۶۔ خفیہ یا سری دعوت دینے کی روایات اور طریقوں پر پورا ایک تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے، جو کسی اور وقت کا معاملہ ہے۔ سردست صرف سری/خفیہ دعوتِ نبوی کی روایات کا اصل مآخذ سے ایک اشاریہ ہی درج ذیل ہیں:

ابن اسحاق/ابن ہشام: ج۱،ص۱۶۱،**و کان بین ما اخفی رسول اللہ ﷺ أمره و استقربه الی ان امره اللّٰه تعالی باظهار دینه ثلاث سنین فیما بلغنی من مبعثه ثم قال اللّٰه تعالی له: فاصدع بما تؤمر**: ج۱،ص۲۱۹، اسلام حضرات سعید و فاطمہ اور نعیم عدوی رضی اللہ عنہم۔

ابن سعد: ج۴،ص۳۶۶۔ حضرت خالد بن سعید اموی کے قبولِ اسلام میں: **و کان ذلك و رسول اللّٰه ﷺ یدعوا سراً**: ص۴۲۸۔ بدوی صحابی حضرت عمرو بن عبسہ سلمیؓ کا حوالہ ہے: **وکان رسول اللّٰه مستخفیاً**: ص۴۳۰، حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام: **و هو یومئذ بمکة یدعوا مستخفیاً**۔ چھپ کر نمازوں کی ادائیگی: ابن اسحاق/ابن ہشام: ج۱،ص۱۶۱، حضرت علیؓ کی نماز خفیہ: **مستخفیامن ابیه ابی طالب و من جمع اعمامه و سائر قومه**۔ص۱۶۷ اومابعد: نماز نبوی وصحابہ: **وکان اصحاب رسول اللّٰه ﷺ اذا صلوا، ذهبوا فی الشعاب فاستخفوا الصلاتهم من قوهم۔وهم قلیل مستخفون**

۱۷۔ بلاذری۔ انساب الاشراف۔ مرتبہ: یوسف مرعشلی۔ المعہد الالمانی، بیروت: ج۱،ص

۱۸۔ ابن اسحاق/ابن ہشام: ج۱،ص۱۶۸ اومابعد

۱۹۔ سورہ نحل: ۱۰۶، اور اس کی تفسیر ابن کثیر میں روایات وافکار علما ومفسرین

۲۰۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام کے مآخذ مذکورہ

۲۱۔ واقدی: ص۵۸۰

سیرت طیبہ پر مقبول، جامع اور مستند ترین کتاب

ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

سید فضل الرحمٰن

(مکمل تین جلدیں)

صفحات ۲۱۶۸ قیمت =/2090

- پس منظر
- حیات طیبہ
- غزوات
- سراپا
- مکاتیب و مواثیق
- وفود و سفرا
- ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام حکومت و ریاست
- معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ناشر

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے، ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: 36684790

E-mail:info@rahet.org www.rahet.org